علی سردار جعفری: فکر کا نقاش

ڈاکٹر فرزانہ اعظم لطفی[1]

Abstract:

"The first turning point in Urdu poetry and literature took place in the time of Sir Sayyed. The days of the last great war are a special frontier in the history of Urdu literature. Although Ali Sardar's literary age is not very long, in a short period of time he has distinguished himself in many ways. " Readers of Manzil know that Ali Sardar also writes fiction. Even in the field of allegory, they do not seem compelled. His pen also eats away at the critical movement. But Ali Sardar's status as a new poet is much stronger and more futuristic. In the class of progressive poetry, Ali Sardar Jafari and Makhdoom-ud-Din seem to be the only two personalities whose poetry does not have the scent of individuality.

He is a very true and sincere representative of his party. He has devoted his whole being and all his art to the service of his congregation with sincerity. Ali Sardar's poems are mostly related to themes and issues which he would like to call the melody of time. "History", "Signs of Magic" and "Evolution and Revolution" are all things of the same title. This kind of poetry will one day become rare and historic. His poetry reveals the general and future realities of ordinary human life and its evolutionary nature. Overall, it can be said that Sardar Jafari's poetry is a poetry of wide canvas and wide vision which has embraced all the colors of thought and sensibility in its mind. Whether they are painters or not. Since the characteristics of Sardar Jafari's poetry are similar to each other, an attempt has been made in this article to shed light on many other important aspects of his poetry."

تلخیص

اردو شعر و ا دب میں پہلا نیا موڑ تو سر سید کے زمانے میں ا ور ا نہیں کی جما عت کی سرکردگی میں پیدا ہوا۔ لیکن اس کے بعد میں برا بر نئے موڑ اور ترقی کی نئی سمتیں نکلتی رہیں یہاں تک کہ گذشتہ جنگ عظیم کازمانہ آگیاجواردو ادب کی تواریخ میں ایک خاص سرحدی نشان ہے۔علی سردار سردارجعفری ۱۹۳(مقام پیدایش بلرام پور) جدید اردو شاعری میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر چہ علی سردار کی ادبی عمر بھی بہت ز یادہ نہیں ہے، مگر تھوڑی سی مدت میں وہ ا پنے کو کئی حیثیتوں سے نمایاں کر چکے ہیں۔" منزل " کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ علی سردار افسانے بھی لکھتےہیں۔ تمثیل نگاری کے میدان میں بھی وہ مجبور نظر نہیں آتے۔ ان کا قلم تنقیدی جنبش بھی دکھارہتا ہے۔ لیکن نئی شاعری کی حیثیت سے علی سردار کا رتبہ ز یادہ مضبوط اورمستقبل ہے۔ ترقی پسند شاعری کی جماعت میں علی سردار جعفری اور مخدوم محی الدین صرف دو ہستیاں ایسی نظر آتی ہیں جن کی شاعری میں دور تک کہیں انفرادیت کی مہک محسوس نہیں ہوتی ان کی شاعری کا زیادہ حصہ جما عتی ہے۔ وہ اپنی جماعت کے بڑے سچے اور مخلص نما یندہ ہیں۔ وہ اپنی ساری ہستی اور اپنے سارے فن کو صدق نیت کے سا تھ اپنی جماعت کی خدمت کے لیے وقف کیے ہو ئے ہیں۔ علی سردار کی نظموں کا تعلق ز یادہ تر ایسے مو ضو عات اور مسا ئل سے ہے جن کو وقت کا راگ کہنا چاہتے۔ " تاریخ''، ''آثار سحر " اور " ارتقا و انقلاب " سب اسی عنوان کی چیزیں ہیں۔ ایسی قسم کی شاعری ۱یک دن نوادرتواریخی ہو کر رہ جا ئے گی۔ ان کی شاعری میں عام حیات انسانی اور اس کی ارتقا ئی فطرت کے متعلق کلی اور مستقبل حقیقتوں کا ا ظہار ملتا ہے۔ مجمو عی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ سر دار جعفری کی شاعری بڑے کینوس اور و سیع ویژن کی شاعری

---

[1]اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف تہران، ایران

ہے جس نے فکر و ا حساس کے سبھی ر نگوں کو ا پنے دا من میں سمیٹ لیا ہے۔ گو یا وہ نقا ش فکر ہیں۔ سر دار جعفری کی شاعری کی خصوصیات کیونکہ ۱یک دوسرے سے ہم آمیز ہیں ہیں اس لئے اس مقا لے میں کوشش کی گئی ہے کہ ا ن کے کئی اور اہم شاعری پہلو وں پرروشنی ڈالا جا ئے۔

کلیدی الفا ظ : نئی شا عری۔ ترقی پسند ادب۔ پیکر تراش۔ نقا ش فکر۔ سردار جعفری

جائزہ

سر دار جعفری کا پہلاشعری مجمو عہ'' پرواز'' 1941میں شا ئع ہوا جو اس عہد کی ایک انقلاب آفرین شخصیت پی سی جوشی کے نام معنون ہے اور پہلے صفحہ پر یہ شعر درج ہے :

کھل گیا در پڑ گیا دردیوارِ زندان میں شگاف
اب قفس میں جنبش صدبال و پر ہونے کو ہے

پورا مجموعہ اس شعر کی تفصیل و تفسیر ہے۔ اس مجمو عہ میں شا مل نظمو ں کے بعض عنوا نا ت ملا حظہ کیجئے : سماج، بنا و ت، انگڑا ئی، مزدور،لڑکیاں جنگ، انقلاب و غیرہ۔

جنگ، انقلاب و غیرہ۔ ظاہر ہے کہ دور صرف سردار جعفری کی جوا نی کا ہے بلکہ تحریک آزادی کی پختگی اور خاتمہ کا ہے۔ اس مجمو عے میں ۶۴ 19سے قبل کی شاعری ہے۔ لہذا ایسے دور میں فطری طور پر ان کی شاعری میں آزادی انقلاب اور غلامی میں نجات کا ولولہ اور دور دورہ ہے۔ لیکن یہ محض نعرہ بازی اور کھوکھلی خطابت نہیں بلکہ اس میں بدلے ہوئے دور مزاج اورفکر کی بھی نمایندگی ہو تی ہے۔

نئے سماج کی تلا ش، نئے خواب د یکھنے کی خواہش پھر اس کی تعبیر کی تلا ش و غیرہ بھی ہے۔ سر دار کا دوسرا مجمو عہ شعری '' نئی دنیا کوسلا م ''1948میں شا ئع ہوا۔'' نئی دنیا کو سلا م ''سر دار جعفری کی ایک شاہکار تخلیق ہے۔ سردار نے اسے یک تمثیلی نظم کے طور پر پیش کیا تھا۔ پروفیسر زاھدہ زیدی کی نظر میں: '' یہ ایک تمثیلی نظم نہیں بلکہ تجریدی نو عیت کا ایک منظوم ڈراما ہے جسے کچھ کا ٹ چھا نٹ کے بعد سٹیج پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور جو سر دار جعفری کے تخلیقی کا ر نا مے میں ایک مر کزی اور کلیدی حیثیت کا حامل ہے۔ ''

سر دار جعفری کے الفا ظ سے بھی ظا ہر کہ :

'' یہ ایک منظوم تمثیل نہیں بلکہ تمثیلی نظم ہے۔ اس کے کر دار، کر دار نہیں بلکہ صرف علا متیں ہیں۔ کہانی پلا ٹ نہیں بلکہ صرف مبہم سا خا کہ ہے۔ جسے میں ر نگ بھر بے کے لئے بنا یا ہے۔ وا قعات کے بجائے وا قعات سے پیدا ہونے وا لے جذبا ت، تاثرات اور ا حسا سا ت پیش کیے ہیں۔ سب سے زیا دہ اہم کر دا ر وہ بچہ ہے جو ابھی پیدا نہیں ہوا ہے اور وہ نئی د نیا کی علا مت ہے اور اس کی معصوم روح پوری نظم پر حا وی ہے۔''(۲)

ایک سا ل کے بعد سر دار کا تیسرا مجمو عہ '' خون کی لکیر '' ۱۹۹۱ء میں منظر عام پر آ گیا۔ مجمو عہ کی ابتدا ئی نظمیں مثلا :'' سوگوار''،'' حسن نا تما م'' و غیرہ بہ ظا ہر رو ما نی ر نگ کی ہیں لیکن ان کی زیر یں لہروں میں آزادی کا نا مکمل پن اور سما ج کا ادھورا پن تلا ش کیا جا سکتا ہے۔ سردا ر جعفری کا چھٹا شعری مجمو عہ '' امن کا ستارہ ''1950اور '' ایشا جا گ اٹھا ''1951شا ئع ہو کر منظر عا م پر آئے۔ جو نہ صرف سر دار جعفری بلکہ پوری ترقی پسند شا عری کا ایک ا لگ فکری آھنگ اور سما جی و تہذیبی شعور کا پتہ د یتے تھے۔ یہ دو نو ں مجمو عہ مختصر سے ہیں لیکن ان میں عا لم انسا نیت کی د بیز اور دردمند تا ریخ چھپی ہو ئی ہے۔ '' سو یت یو نین اور جنگ باز '' استا لن کتھا سر دار جعفری کے طویل نظمیں ہیں جو '' ایشا جا گ ا ٹھا '' کے سا تھ شا یع ہوا۔ دو سا ل کے بعد 1935 میں سر دار کا پا نچواں شعری مجمو عہ '' پتھر کی دیوار '' منظر عام پر آیا :

'' پتھر کی دیوار میری جیل کی نظمو ں کا مجمو عہ ہے۔ میری شاعری وقتی ہے۔''

سر دا رجعفری بہت وا لہا نہ انداز سے کہتے ہیں :

'' مجھے اس پر نا ز ہے کہ میں اس صدی کا وہ شاعر ہوں جو ہزار ہا برس پرا نے خوابوں کے تعبیر کی صدی ہے۔ ''

اور کسی جگہ پر متذکر ہو کر کہتے ہیں :

" اگر ہم ا گلے و قتوں کا راگ الا پیں گے تو بے سر ے ہو جا ئیں گے آنے وا لے ز ما نے کا
را گ جو بھی ہو گا وہ آ نے وا لی نسلیں گا ئیں گی۔ ہم تو آ ج ہی کارا گ چھیڑ سکتے ہیں۔ "

"پتھر کی دیوار " کے تقریبا دس سا ل کے لمبے گیپ کے بعد " ایک خوا ب اور "1946میں شا ئع ہوا۔ "پیراہن شرر " 1965میں اور " لہو پکارتا ہے "1968میں۔ظا ہر ہے کہ گذشتہ ایک د ہا ئی کی نظمیں تین مجمو عوں میں سمیٹ آ ئی ہیں۔

یہ دور در ا صل سر دار کی شا عری کی سنجیدگی اور گہرائی کا دور ہے جس میں رو ما ن، حقیقت، اشترا کیت، سماجیت سبھی نئے پیرا یہ ا ظہا ر، ا فکا ر و آثا ر میں نظر آ تے ہیں۔

آخری مجمو عہ " لہو پکا ر تا ہے "1968میں شا ئع ہوا جس میں ز ندگی کی ا ستقا مت، کیفیت ملتے ہے :

مری ر گوں میں چہکتے ہو ئے لہو کو سنو
ہزا روں لا کھو ں ستا روں نے ساز چھیڑا ہے
ہر ایک بو ند میں آ فا ق گنگا ئے ہیں

ا صل میں سر دا ر جعفری کی تما م اہم خصوصیات کا ا حا طہ کر نا تو اس مقا لے کی حدود میں ممکن نہیں۔ " پتھر کی د یوا ر " کی شا عری میں سر دار جعفری سلا خو ں کے پیچھے بھی کتنے آزاد تھے۔ لیکن ان کی شا عری کی مختلف خصوصیات ایک دوسرے سے ہم آمیز اور با ہم دگر پیوست ہیں اس لئے سا تھ سا تھ ان پہلووں پر روشنی ڈا لتا ضروری ہے۔

<u>جایزہ</u>

1966ءمیں کتا ب " ما ہنا مہ "'' لکھنو میں نئی شا عری کے متعلق چند سوال شا ئع کیے جس کا جوا ب د یتے ہوئے شمس الر حمن فا روقی نے لکھا :" خا ص میکا نیکی اور ز ما نی نقطہ نظرسے " نئی شا عری " سے میں وہ شا عری مراد لیتا ہوں جو1955 کے بعد تخلیق ہو ئی ہوا۔ "

فا رو قی آ گے لکھتے ہیں کہ میں اس شا عری کو " جدید" سمجھتا ہوں جو ہما رے دور کے ا حساس جرم، خوف تنہائی، کیفیت، انتشار اورذہنی، بے چینی کا کسی نہ کسی نہج سے ا ظہا ر کر تی ہو جو جدید صنعتی اور مشینی اور میکا نیکی تہذیب کی لا ئی ہو ئی سا ری خو ش حا لی، ذہنی کھو کھلے پن، رو حا نی دیوا لیہ پن اور ا حساس بے چا ر گی کا عطیہ ہے۔جدید ادب گرتی ہو ئی چھتوں، لڑ کھڑ ا تے ہو ئے سہا روں اور لا تعداد بھوں بھلیوں کے خوف ناک اور ا حساس گم کردہ را ہی سے عبارت ہے۔ (۳)

ایک اقتباس اس میں "میرا جی "سے بھی قا بل بیا ن ہے :

" میرے خیا ل میں نئی شا عری ہر اس مو زو ن کلا م کو کہا جا سکتا ہے جس میں ہنگا می ا ثر سے ہٹ کر کسی بات کو محسو س کر نے سو چنے اور بیا ن کر نے کا انداز نیا ہو یعنی کو ئی شا عر روایتی بند ھو ں سے الگ رہ کر ا حساس جذبے یا خیا ل کے ا ظہا ر میں ا پنی ا نفرا دیت کو نما یا ن کر تا ہے تو وہ نیا شا عر ہے ورنہ پرا نا۔ "

صا ف ظا ہر ہے کہ جدید شا عری جسے اس ز ما نے میں نئی شا عری بھی کہا گیا ہے، ترقی پسند شا عری کی توسیع نہیں بلکہ اس کا تعلق ا گر ہوبھی حلقہ کے شعرا سے ہو سکتا ہے۔ وہ نئے شعرا جو ترقی پسند شا عری کے ڈھلتے دنوں میں پروان چڑھے یا جنہیں ز ما نے ا عتبا ر سے ما بعد شعرا کہا جا نا چا ہئے۔(۴)

ان میں خلیل الرحمن ا عظمی، و حید ا ختر، بلراج کو مل، مغنی تبسم، با قر مہدی، شہا ب جعفری، شا ذ تمکنت وغیرہ کے نا م ا ہم ہیں۔

اب ہم کو اس بات سے پتہ لگنا چا ہئے کہ ترقی پسند شعرا اور جدید شعرا کی شا عری میں کیا خا ص ہے۔ ایک بنیا دی فرق تو یہی ہے کہ و ضا حت صرا حت جہا ں تر قی پسند شا عری کی خا ص شنا خت تھی و ہا ں جدید شا عری ر مزیت ا وراسرا ریت اور پردے میں با ت کر نے کو ا ظہا ر کی سطح پرتر جیح د یتی ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ تر قی پسند شا عری اجتماعیت اور مذہب بیزا ری کو ا پنا ا ہم مقصد اور نصب العین ما نتی تھی مگر جدید شا عری ا نفرا دیت اور ا قدار کی شکست کو ا پنا خا ص مو ضو ع بنا تی ہے۔ تیسرا فرق یہ کہ تر قی پسند شا عری د ست و با زو کے ثمر اور

ا ستحصا ل جو ا شتراکی نقطہ نظر سے سب سے بڑی لعنت اور تر قی کے را ستے مسدود کر نے وا لی چیز ہے کے خلا ف ہے۔تو جدید شا عری مشین، صنعت، اور صراف ہو تے ا نسان کاد کھ ہے۔ وہ یہ ما نتی ہے کہ تکنا لو جی نے اس کے و جو د کو مشتبہ کر دیا۔ بر قی تا روں کے جا ل میں اس کی خا ندا نی اور خاندگی ز ندگی دو نو ں ہی قصد پا رینہ ہو گئیں۔ اب انسا ن ا پنے ہی بنا ئی ہو ئے دام اسیر ہو گیا۔ اب وہ ایک معا ش نہیں بلکہ ایک مشینی مخلو ق ہو گیا ہے۔

پروفیسر گو پی چند نا رنگ جدید نظم کی پہچا ن کے متعلق لکھتے ہیں:

'' جدید نظم کی سب سے بڑی پہچا ن اس کا ارتکا ز ہے۔ نیز ا یجاد، ا قتصاد، تہہ داری اور جا معیت '' (۵)

یہ سب سے بڑی حقیقت ہے کہ ا ردو شا عری کبھی بھی سما جی رو ابط سے چھو ئی مو ئی کی طرح کا نچ گھر میں پر وا ن نہیں چڑھے۔ اس میں شروع ہی سے سما جی، تہذیبی، سیاسی اور قو می تقا ضوں کا ا حسا س پا یا جا تا ہے۔ ا ردو ز با ن کبھی ا پنے ز ما نے اور ما حول کے دا ئر ے سے بیگا نے محض نہیں ر ہی۔

بیسویں صدی کے آ خری موڑ پر کھڑے ہو کر پیچھے کی طرف د یکھیں تو معلو م ہو گا کہ تغیر و تبدل جتنا اس صدی کے حصے میں آیا ہے ا تنا کسی صدی کے نصیب میں نہیں۔ دو عا لم گیر جنگیں، ا نقلا ب روس، اشترا کیت کا عروج اور ز وال، ہیروشیمااور نا کا سا کی کی ہو لنا کی، ہٹلر اور مو سو لینی جیسے لو گ، ا مریکہ لیٹن، تا ئیوا ن، ویت نا م، چین کا ما و وا د، فرنگی تسلط کا ا ختتام، ہندوستان کی آ زا دی، پا کستا ن کی و لا دت اور اس سے جنگ، عا لمی نقشے میں بنگلہ دیش کا و جو د، ہندی چینی بھا ئی بھا ئی کے بعد چین کا بھا رت بھو می پر غا صبا نہ ا قدا م، اندا ر گاندھی کا با ڑھ ہی کھیت کھائے کے مصدا ق قتل، جمہو ری نظا م میں راجیو گاندھی کا قتل، مشین بنے،ا نسا ن کا بم بننا، یعنی ا نگنت وا قعا ت و سانحا ت، حوا دث اور ہر وا قعہ اور سا نحہ کے ما بین ا تنا کم فا صلہ کہ ا نسا ن سرا سیمہ و ششدر سا ئنس کی ترقی نے انسا ن کی عمر کو بڑھا دی،لیکن ز ند گی ختم کر دی۔ ہزا رو ں خدشے اور ا نگنت ا ندیشے، مستقبل مشکو ک اور ما حول مخدوش، نت نئی ا یجا دا ت نے د نیا کو ۱یک عا لمی گاوں میں تبدیل کر د یا ہے۔ مخفی کچھ نہیں ر ہا۔ مو جودہ عہد کے صنعتی عدم توازن، مو ت کے خو ف، سیاسی عقا ئد کی طرف سے بے یقینی، شک و بے زا ری، منتشر مزا جی ہر مخلص شا عر ا پنا موضوع اسی ز ندگی سے لیتا ہے جسے وہ جھیل ر ہا ہے اور اس طر ح اسے ظا ہر کر نے کی کو شش کر تا ہے جو اس کے تصور فن سے ہم آ ہنگ ہو تا ہے اور جس کے لئے سما ج کے کسی نہ کسی طبقے یا گروہ میں پذیرا ئی کا ا مکا ن مو جود ہو تا ہے۔ اس لیے جدید ترین شا عر بھی تخلیق کے سا تھ تنقید حیا ت کے عمل سے گزر نے پر مجبو ر ہے۔شا عر کو ز ما نے کے سا تھ سا تھ چلنا چا ئیے۔ نئی شا عری یعنی ا پنے ز ما نے کا ا حسا س، ہندی ا دیب اور دا نشور '' نر مل ور ما''کے مطا بق :

''ہم ایک ایسی ثقا فت میں ر ہتے ہیں جس نے صدا قت کو تلاش کر نے کے سبھی را ستے کھو ل د یے ہیں۔ لیکن اسے حاصل کرنے کے تما م ا مکا نا ت ختم کرد یے ہیں۔غر ض یہ کہ ہما رے پاس ما ہ مر یخ تک پہنچنے کے ذریعے مو جو د ہیں، لیکن خود تک پہنچنے کا نہ ذریعہ ہے نہ ضرورت، نہ فرصت۔ ا نہی مسا ئل اور مخدوش ما حول میں نئی شاعری جنم لیتا ہے۔ ''

اسی حالت پر شاعر فکر کا نقاشی کرتا ہے۔

علی سر دار جعفری نقا ش فکر

بیسویں صدی کی عظیم الشان ادبی شخصیت علی سر دا رجعفری، صرف وہ خا لص روا یتی شا عر نہ تھے بلکہ اپنے با غیا نہ و دا نشورا نہ فکر وعمل کی و جہ سے ایک بڑے ا دیب و نا قد، مفکر و دا نشوربھی تھے۔ ا فسا نہ نگا ر، ڈرا مہ نویس، صحا فی، ہدا یت کا ر اور ترقی پسند تحریک کے با نی نامور رہنماؤں میں سے ایک تھے۔ ادب، تا ریخ، تہذیب، ثقافت، سیا ست و غیرہ کے گہرے ر مز شنا س، فا رسی و عا لمی ا دبیا ت کے عمدہ نباض، رو می، حا فظ، گو ئٹے، ما رکس، پابلونرودا، ناظم حکمت، نانک، کبیر، میرا، میر، غا لب، ا قبا ل سے لے کر فیض و فرا ق تک ان کے دا ئر ے فکر میں سمیٹے ہو ئے۔

کبیر، نا نک کا تصوف، سعدی و حا فظ کا تغزل، غا لب کا تفکر ا قبا ل کا تعمل اور مظلو م ا نسا نو ں کا تشہد سر دار جعفری کو علم و عمل ا ضطرا ب و ا حتجا ج کی صرف ایک ا دبی شخصیت ہی نہیں بلکہ ایک عہد، ایک تاریخ اور ایک علامت بنا دیا تھا۔ سر دار جعفری نقا ش فکر ہے۔ وہ اپنی فکر کی قلم سے قا ری کے دل پر نقا شی کر تے ہیں اور ا پنے مخصوص طرز ا حسا س سے اس کو بڑی خوبصورتی سے ر نگ ڈا لتے ہیں۔ ان کی فکر شدت ا حسا س سے توا نا ئی حا صل کرتی ہے۔ کبھی کبھی تو ا یسا محسوس ہو تا ہے کہ وہ تصویروں ہی کی ز با ن سے سو چ ر ہے ہیں۔

سر دا ر جعفری کے ا کثر شا عری میں: پیکر تراشی، یعنی ا میجری کے دا ئرے ا ستعا ر ے سا زی، تجسیم سا زی و علا متی خصو صیات بدر جہ ا تم مو جود ہے۔ سردا ر جعفری کی شا عری کا دور ا تفا ق یہ تھا کہ پو را دور جنگ و جدل، قتل و خو ن، تغییر و تبدل کا دور تھا۔ پورا بڑصغیر ہی نہیں بلکہ پو ری د نیا بدل ر ہی تھی۔ ایشایا جا گ ر ہا تھا۔ ا یسے میں ایک ترقی پسند شا عر نئی د نیا کو سلا م تو کرے گا ہی اس کے یہا ں خنجر، تلوار، مقتل جیسے ا لفا ظ کی بھر ما ر تو ہو گی ہی لیکن اسی کے سا تھ سا تھ آرزو ئے تشنہ لبی، آ رزووں کی جھیل، ذوق گنہ کاری جیسی نئی تر کیبیں و ا ستعا رے بھی د یکھنے کو ملتے ہیں۔ اس طرح سر دا ر کی شا عری صرف اردو شا عری میں ہی نہیں بلکہ تر قی پسند شا عری میں ایک ا لگ ڈکشن اور پہچان بناتی ہو ئی نظر آ تی ہے۔نمونہ کلام :

ہوائیں مشک با رہیں فضائیں زرنگار میں
افق کے کوہسار میں شفق کے آبشار میں
نجوم شاخ کہکشان فلک کے برگ و بار میں
یہ آب و خاک و باد کا جہاں بہت حسین ہے
اگر کوئی بہشت ہے تو بس یہی زمین ہے

(کلیات سردار جعفری ص30)

29نومبر1932 قصبہ بلرا م پو ر یوپی کے ز میندار گھرا نے میں پیدا علی سر دا ر جعفری کو آ نکھ کھو لتے ہی وہ سب کچھ د کھا ئی د یا جو عمو ما اس عہد میں ا یسے گھر انوں میں ہوا کر تا تھا۔تما م کر و فر، شان و شو کت، جا ہ و جلا ل۔ مگر عجیب سی با ت ہے کہ ا یسے گھرا نے میں پیدا اور محنت کش اور مزدور طبقے کے با رے میں ا تنی گہرا ئی سو چنا ! سردارجعفر ی یہ محسو س کر تے ہیں کہ محنت کشو ں اور مزدوروں کی ز ندگی مہد سے لحد تک سر ما یہ دا ری کے جبر اور استحصا ل کی نذر ہو جا تی ہے۔ اور ا ن کی سا ری توا نا ئیا ں سر ما یہ دا ر وں کو ا ستحکا م عطا کر نے میں صرف ہو جا تی ہے :

ما ں ہے ر یشم کے کا ر خا نے میں
با پ مصرو ف سو تی مل میں ہے
کو کھ سے ما ں کی جب سے نکلا ہے
بچہ کھو لی کے کا لے دل میں ہے
جب یہا ں سے نکل کے جا ئے گا
ا پنے مجبو ر پیٹ کر خا طر
بھو ک سرمائے کر بڑ ھا ئے گا

بقول سر دا ر جعفری :

” خا ندا ن میں بڑا ا طمینا ن تھا۔ بلرا مپو ر سے با ہر کی د نیا ہما رے لیے کو ئی معنی نہیں ر کھتے تھے یہیں بچے پیدا ہو تے تھے جو ا ن ہو تے تھے۔ بلرا م پور کے بعد علی گڑھ کی تعلیم حا صل کر تے تھے اور پھر شا دی ہو جاتی تھی اور ریا ست میں ملا ز مت مل جا تی تھی۔ دن ہنسی خو شی گزر جا تا تھا اور رات کو سب بہن بھا ئی بستروں پر لیٹ جا تے تھے۔ کو ئی ۱یک بہن شر لوک ہومز کی کہا نیا ں،را شد الخیری کے نا ول یا عظیم بیگ چغتا ئی کی کو ئی کتا ب پڑھ کر سنا تی۔ اس سے تھک جا نے کے بعد جنا تو ں کے قصے شروع ہو تے جو ا نتہا ئی دلچسپ ہو نے کے بعد بھی دل میں د ہشت پیدا کر دیتے تھے۔

گھر میں بھی محرم و مجلس کاما حو ل یعنی ظا لم اور مظلو م کی حقیقت کی پہچا ن اور سا تھ

سا تھ آ زا د مر د ی کا سبق۔ بقو ل جعفری صا حب کلمہ و تکبیر کے بعد میرے کا نو ں نے پہلی آ واز ا نیس کی سنی اور کم عمر ی میں ہی مرثیے کہے۔‘‘(۶)

سر دا ر جعفری پندرہ سا ل کی عمر میں پہلا مر ثیہ کہا :

آتا ہے کون شمع امامت لئے ہوئے
اپنی جلو میں فوج صداقت لئے ہوئے

ظا ہر ہے کہ ا ما مت اور صدا قت کے معنی سمجھنے بغیر یہ شعر نہیں کہا جا سکتا تھا، یہیں سے حضرت اما م حسین کے د لیرا نہ وحق پر ستا نہ کردا ر نے جگہ بنا ئی اور یہ ا حسا س جا گا کہ حق و صدا قت کے لئے جا ن کی با زی لگا د ینا انسا نیت کی سب سے بڑی د لیل ہے۔ اس کے بعد سر دا رجعفری ا پنی تیز بین آنکھوں سے اور ا حسا س دل و د ما غ میں اردو ا دب کی تا ریخ میں ۱یک سیا سی مثنوی لکھنے کی کو شش کر تے ہیں ا گر چہ اردو ز بان میں سیا سی مثنوی کا روا ج نہیں ہے مگر ’’ جمہور‘‘ اس قسم کا کی پہلی چیز ہے۔

پرا نی مثنو یو ں میں عا م طور پر دیو پریو ں کے قصے اور شہزا دو ں کے عشق کی دا ستا نیں رقم ہو ئی تھیں جو عام انسا ن تو کیا اس کی پر چھا ئیں بھی کہیں نظر نہیں آ تی تھی جہا ں تک کہ مرزا شو ق لکھنوی ان روا یتی بلندیوں سے صرف ا تنے نیچے اتر سکے کہ پری کی جگہ سودا گر کی بیٹی اور شہزادے کی جگہ لکھنو کے نوا ب صا حب نے لے لی۔علامہ ا قبا ل نے پہلی با ر مثنوی کو ا علی خیا لا ت کے ا ظہا ر کا ذریعہ بنا یا۔ لیکن ا نہو ں نے انسپریش ایرا نی شعرا ءاور خصو صیت کے سا تھ مو لا نا رو می کی مثنوی سے حا صل کیا تھا۔ حا لا نکہ ا قبا ل کی مثنوی میں بھی عام سچا ا نسا ن کا کر دا ر ا بھر تا ہے۔ صرف ’’جا وید نا مہ ‘‘ کے آ خری حصہ میں عوا م کا ذکر اس طرح آ تا ہے کہ ’’ دیدہ ام صدق و صفا را در عوام ‘‘۔ا قبا ل نے پھر بھی آ نے وا لے شعرا ءکے لئے نئی را ہ کھو ل دی۔

سر دار جعفری کا کہنا ہے : ’’ کہ جہا ں تک مجھے علم ہے کیفی کے سوا کسی دوسرے شا عر نے مثنوی کی طرف تو جہ نہیں کی ہے۔ ‘‘

اس با ت سے پتہ چلتا ہے کہ گو یا شعرا نے مثنوی کو پرانی چیز سمجھ کر ترک کر دیا ہے اور مثنویوں کے قصے طا قِ نسیاں میں گرد و غبا ر کھا تے ر ہتے ہیں۔

’’ جب میں ہندوستا ن اور د نیا کے مو جو دہ حا لا ت قو می اور بین الا قوا می جد و جہد اور کشمکش اور ان سے پیدا ہو نے وا لے ا نسا نی جذبا ت و ا حسا سا ت کی و سعت اور پھیلا و کو د یکھتا ہوں تو محسو س کر تا ہوں کہ مثنوی کے سوا اور کو ئی صنف شعر ا نہیں ا پنے دا من میں سمیٹ نہیں سکتا۔ فردوسی کے ’’ شا ہنا مہ‘‘ سے ا قبا ل کے ’’ سا قی نا مہ ‘‘ تک فا رسی اور اردو مثنوی کا ورثہ ہما را بہت بڑا سر ما یہ، بہت بڑی دو لت ہے۔ پھر یہ کفران نعمت کیوں ؟ ‘‘

’’ جمہور ‘‘ ایک حقیر سی کو شش ہے اس کے ہیرو عوام ہیں۔محنت کش اور باعمل عوام جن کے ہا تھوں میں ز ندگی کی باگیں ہیں وہ سطح ز مین کیڑوں کی طرح نہیں ر ینگ ر ہے بلکہ کرہ ا ر ض کو ا پنی گرفت میں لئے ہو ئے ہیں۔ اس لئے ر جعت پرستوں کا نعرہ یہ ہے: کہ عوام آ رٹ اور شعر کا مو ضو ع نہیں ہو سکتے۔

عوا م کا سب سے بڑی حقیقت میں ان کے خوا ب سب سے سہا نے خوا ب ہیں۔ ان کا نصب العین سب سے بلند نصب العین ہے۔ وہ سما ج اور تا ر یخ کی ر گو ں میں خون کی طرح دوڑ ر ہے ہیں۔ ز ندگی ا نہیں سے حرا ر ت حاصل کر تی ہے۔ ا نہیں سے ر نگ شعر و ادب، ا نہیں سے حسن و قوت حا صل کر سکیں گے۔

اس درخت کی پتیا ں توڑی جا سکتی ہیں شا خیں کا ٹی جا سکتی ہیں لیکن اس کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ انہیں اس وقت ا کھا ڑا جا سکتا جب تک کرہ ا ر ض کو پا ش پا ش نہ کر دیا جائے۔ اس لئے کٹی ہو ئی شا خو ں سے نئی کو نپلیں پو ٹتی ر ہیں گی نئی پتیا ں نکلتی ر ہیں گی۔ نئی پھو ل کھلتے ر ہیں گے۔ ‘‘

اس بیا نا ت سے ہم، جرات کے سا تھ کہہ سکتے ہیں کہ سر دا ر جعفری عا لم ا نسا نیت کا

نقاش فکر وذھن کا شاعر ہے۔ سر دا رجعفری پر بہت سا رے ا عتراض ہو ئے۔ کسی نے ان کو شا عر کم اور دا نشور ز یا دہ سمجھا۔ کسی نے انقلاب و ا حتجا ج کا و قتی شا عر گردا نا۔ ر فعت سرو ش نے ایک حرف ا نقلاب کہا۔ و حید ا ختر نے خوا ب و شکست ِخواب اورصدیق الرحمن قدوائی نے عزم و پیکا ر کا شا عر کہا۔

سردار جعفری کی عظیم مثنوی '' جمہور ''ان سب ا عترا ضا ت کا جوا ب بن سکتا ہے۔ در ا صل ہر ملک شاعری میں ایک ایساوقت آ تا ہے جو شا عر کو ا پنے و قت کے تقا ضے سے اور ز یا دہ حسا س بنا تا ہے۔ یہ د نیا کا دستور ہے آ ج سکھ اور کل د کھ۔ تو شا عر کا فر ض ہو تا ہے کہ اپنے دور کے تقا ضے سے شا عری کرے۔ تر قی پسند فکر نے ا نسان کو جو تصویر پیش کیاتھا وہ محض کمزوربے بس اور لا شعور مخلو ق کا تصور نہیں تھا بلکہ اس نے ا نسا ن کو ایک ایسی ہستی قرار دیا ا گر چہ وہ مجبور ہی سہی لیکن مخا لفا نہ حا لا ت سے متصا دم ہو نے کا عز م و حو صلہ ر کھنا اور نا ا نصا فی کے خلا ف ا حتجا ج کر کے ز ندگی کو بہتر اور با معنی بنا نے کا متمنی ہے۔ اس لئے اس کا ذہن قدرتی طور پر ا نقلا بی تصورا ت کی آ ما جگا ہ بن جاتا ہے۔ اس لئے جب ہندو ستا ن سا مرا جی شکنجے سے آ زا د ہوا تو سر دا ر جعفری نے ولولہ ا نگیز نظمیں کہیں۔ جب غلامی کی ز نجیریں ٹوٹ چکیں اور ا نتظا ر کی طویل گھڑیا ں ختم ہو ئیں اور '' ظلمت شب '' کی '' سحر '' نمو دار ہو ئی :

نا گہا ں شور ہوا
لو شب تا ر غلا می کی سحر آ پہنچا
بر بط و طا ووس نے لی ا نگڑائی
کھل گئے ساز میں نغمو ں کے مہکتے ہو ئے پھو ل
لو گ چلّا ئے کہ فر یا د کے دن بیت گئے
را ہزن ہا ر گئے
را ہرو جیت گئے

لیکن سردارجعفری ا پنے دور کے تقا ضے سے ا پنے احسا س فکر سے حصو ل آ زا دی کے بعد کے حا لا ت سے دل شکستہ ہو جا تا ہے۔ان کی نظم میں گو یا آ زا دی حا صل کر نے کے بعد بھی ا نسا ن، ا نسا ن کا د شمن بن گیا ہے اور فر قہ وا را نہ منا فرت کے شعلے سر دار کے دل کو جلا د یتا ہے:

کون آ زا د ہوا ؟
کس کے ما تھے سے غلا می کی سیا ہی چھو ٹی
خنجر آ زا د ہیں سینوں میں ا ترنے کے لئے
قوم کے را ہبر !
راہزنو !
تم نے فردوس کے بد لے میں جہنم دے کر
کہہ دیا ہم سے گلستا ن میں بہار آئی ہے

کیو نکہ سردار جعفری کی شخصیت میں '' و فا دا ری بہ شر ط ا ستوا ری '' ہر دو ر میں اورہر حا لا ت میں مو جزن تھے۔ ''نئی د نیا کو سلا م '' غلا م ہندوستان میں عا م ا نسا نوں کی بد حا لی کا تذکرہ کر تے ہو ئے کہتا ہے :

ہم سے بہتر ہیں کیڑ ے مکو ڑ ے
ان کے سر پر ہری گھاس کے سا ئبا ں ہیں
سبز پیڑوں کی ٹھنڈی گھنی چھاؤں میں
طا ئروں کے حسین آ شیاں ہیں

سر دار جعفری کی یہ دلی خوا ہش تھی کہ ہند و پا ک کی سر حدیں ایک '' بو سے '' میں تبدیل ہو جا ئیں۔ انہوں نے ا نڈو پا ک دوستی اور امن عا لم کے مو ضو ع پر بھی متعدد نظمیں لکھیں جن میں بعض مثلا '' دشمن کون ہے؟'' اور'' صبح اور فردا '' بہت مشہور ہیں۔ نظم گفتگو کے ا بتدا ئی ا شعا ر :

گفتگو بندنہ ہو
بات سے با ت چلے
صبح تک شام ملا قا ت چلے
سر پہ ہنستی ہو ئی یہ تا روں بھری را ت چلے

سردار جعفری کا خیا ل ہے کہ سر حدیں خوا ہ مشرق ہوں یا مغرب میں ا نسا نوں کو تقسیم کر د یتی ہے۔ ان سر حدو ں پر خو ن اور شعلو ں کے در میا ن ا ہرمن کا خو فنا ک ر قص ہوتا ہے اور ا نسا نیت کا ز یا ن ہو تا ہے۔

یا تم آؤ گلشن لا ہو ر سے چمن بر دو ش
ہم آ ئیں صبح بنارس کی روشنی لے کر
ہما لیہ کی ہوا وں تا ز گی لے کر
پھر اس کے بعد یہ پو چھیں کہ کو ن د شمن ہے ؟

سر دا ر جعفری جب شا عری کے میدا ن میں قدم ر کھا تو تر قی پسند نظریا ت نے ان کا دا من تھا م لیا اور میدان کا رزا ر میں ر جز خوا ن شا عر کی حیثیت سے ا نہو ں نے ا پنے شا عرا نہ کیرئیر کا آ غا ز کیا۔ مگر سردار جعفری اپنے و قت کے تقا ضے کے حسا ب سے نئی شا عری کی د ینا میں قدم ر کھتے ہو ئے۔ سب و طن پرستوں، با شعور انسانوں، حسا س اور صا دق فنکا روں اور آ زاد مر دو آ زاد ا ندیش، بیدار مغز دانشوروں سے کہنے لگے کہ ا گر اب مناسب قدم نہ ا ٹھا گیا تو تا ریخ ہمیں کبھی معا ف نہیں کر ے گی :

خرد وا لو، جنو ن وا لو ں کے ویرا نو ں میں آ جاؤ
دلوں کے دا غ ز خمو ں کے گلستا ن میں آ جاؤ
یہ دامان و گریبا ن اب سلا مت رہ نہیں سکتے
ا بھی تک کچھ نہیں بگڑا ہے دیوا نوں میں آ جاؤ
ہوا ہے سخت اب ا شکو ں کے پر چم اڑ نہیں سکتے
لہو کے سرخ پر چم لے کے میدا نو ں میں آ جاؤ(۷)

''لکھنو کی پا نچ را تیں '' میں سردار جعفری لکھتے ہیں :

'' مجھے ا نسا نی ہا تھ بڑے خوبصورت معلو م ہو تے ہیں۔ ان کی جنبش میں ترنم ہے۔ اور خا مو شی میں شاعری ان کی ا نگلیوں میں تخلیق کی گنگا بہتی ہے۔ '' سا حر لد ھیا نوی نے تا ج محل کو '' کہنہ نا سور '' تعبیر کیا تھا۔ اور کیفی ا عظمی نے '' دیدنی قصرنہیں دیدنی تقسیم ہے۔ '' یہ کہا تھا۔ اس قسم کے بیا نا ت جذبانیت سے مغلو ب ہو نے کا ثبو ت ہیں۔ سر دار جعفری نے '' ترقی پسند ادب '' میں لکھا ہے کہ تا ج محل شا ہ جہا ن یا ممتاز محل کے ہا تھ کی تعمیر نہیں ہیں ا س میں ہندوستانی فنکا روں اور معما روں نے ا پنا خون جگر صرف کیا ہے۔''(۸)

ا عجا ز ہے یہ ہا تھوں کا، ریشم کو چھو ئیں تو آ نچل ہے
پتھر کو چھوئیں تو بت کر دیں، کا لک کو چھو ئیں تو کا جل ہے
مٹی کو چھو ئیں تو سو نا ہے، چا ندی کو چھو ئیں تو پا ئل ہے
ان ہا تھو ں کی تعظیم کرو(۹)

ایک ز میندا ر گھرا نے میں پیدا علی سردار جعفری اور اس تما م کرّ و فر، شا ن و شو کت، جا ہ و جلا ل کے سا تھ پس ما ندہ طبقا ت اور استحصا ل کے شکا ر ا نسا نو ں کی حما یت اور و کا لت کر نا سب سے قا بل قدر اور ا نو کھی با ت ہے۔ انسان دوستی اور آ دمیت کی حرمت کے تصور نے ا نہیں فلا کت زدہ ا نسا نو ں سے محبت کر نا سکھا یا۔ گو یا وہ ا من، صلح، اور آ را مش کے پیا مبر کی حیثیت سے ہما رے سا منے نظر آ تے ہیں۔ سر دار جعفری کی شا عری کا کینو س اور فکر کا دائرہ بہت و سیع تھا اور ان کی فکری جہا ت متنوع اور ا رتقا ءپذیر ہیں۔

''پتھر کی دیوا ر '' کی نظمیں جیل میں لکھی گئی ہیں لیکن جیل کی فضا میں محبو س فنکا روں کی جذبا تی گھٹن، آزاد فضا میں پرواز کر نے کی تمنا اور تنہا ئی کی اذیت کے ا حسا س سے معمور ہیں۔ لیکن گو یا وہ سلا خو ں کے پیچھے بھی آزا د ہیں۔ وہ بغیر پر ِپر وا ز بھی اڑ سکتے ہیں۔ سر دار جعفری سلا خو ں کے پیچھے بھی ایک بہتر ہیئت ا جتما عی اور کا میا ب و درخشاں مستقل

کے خوا ب د یکھتا رہتا ہے۔ وہ ز ندا ن میں آ زا د تھا اور آ زا د ا ندیش بھی۔ سر دار کہتا ہے : ’’ میں مر کے ا مر ہو جا تا ہو ں۔ ‘‘

پتیو ں کے پلکو ں پر
اوس جگمگا تی ہے
املیو ں کے پیڑو ں پر
دھو پ پر سکھا تی ہے
آ فتا ب ہنستا ہے
مسکرا تے ہیں تا رے
جیل کی فضا وں میں
پھر بھی اک ا ندھیرا ہے
جیسے ریت میں گر گر
دودھ جذب ہو جا ئے

سردار جعفری کی شا عری میں پروٹسٹ کے جذبے اور ا نقلا بی نظر یے کے ا ظہا ر سے لے کر و سیع آ فا قی وژن اور فلسفیا نہ تفکر اور ما ورا ئی ا حسا س تک سا رے مرا حل طے کیے جا چکے ہیں اور ہر منزل پران کی فکر وا لہا نہ جذبو ں سے سر شا ر رہی۔ شدت فکر و ا حسا س وژن کی وسعت اور ا سلو ب کی بلند آ ہنگی ان کی شا عری کی کچھ نما یا ں خصو صیا ت ہیں۔ ان کی شا عری کا ا رتقا ئی سفر و ضا حتی ا ندا ز سے ا ختصا ر، ا رتکا ز اور ا یمائیت کی طرف تھا۔ اور ان کے دوسرے اور تیسرے دور کی شا عری میں تو فکر، جذبہ، مو ضو ع اور فنی و سا ئل اس طرح ۱یک دو سرے سے ہم آمیز ہیں۔

سر دا رجعفری کے ا بتدا ئی دور کی شا عری کی پیکر ترا شی کے کچھ اور منفرد اور قا بل تو جہ نمو نہ’’ نئی د نیا کو سلا م ‘‘ میں بکھرے ہوئے ہیں جن کا دا ئرہ ز یا دہ و سیع ہے اور جن کے تو سط سے سردارجعفری کافلسفہ حیا ت بھی ابھر کر سا منے آ یا ہے۔ ا نفرا دیت، بے با کی، تخیل آ فرینی، کھر درا پن اور ڈرا ما ئی طرز ا حسا س سردار جعفری کی پہلی دور کی شا عری میں پیکر ترا شی کی کچھ نما یاں خصو صیا ت ہیں۔

سر دار جعفری کی نئی شا عری میں ایک تا ریخی حسّیت ہے۔ ا پنے عہد کاکر ب اوور تہذیبی ز ند گی کے ایک مخصو ص دور کی عکاسی ہے۔ اپنی شا عری کے بارے میں سردار جعفری نے کہا تھا : ’’ میری شاعری میں گل و بلبل، شمع و پر وا نہ، دریا و سا حل، کشتی، ر ہبر، ر ہزن، منزل، جادہ۔ مینا و سا غر، تیغ و تفنگ ہی نہیں ملتے، بلکہ روٹی، چاول، د ہا ن، گیہوں، نمک، ر یل، مشین، مزدور، را ئفل، بینک، چولھا، پتیلی اور اس قسم کے دو سرے عا م ا لفا ظ کی بھی بہتا ت ہے۔ ‘‘

سردار جعفری نے نئی نظم کے ا بعا د کو وسعت عطا کی اور علا مت نگا ری کو ذا تیا ت کے گھٹے ہو ئے ما حو ل سے نکال کر کھلی فضا میں پہنچا یا۔ سما جی ہیئت سے اسے ۱یک نئی حرارت اور توانا ئی بخشی۔ سر دار جعفری کی تخلیقیت، کلام کار چاو، تازہ کاری اور اسلوب کی د لنوازی نئی نظم کا گراں قدر سر ما یہ ہے۔

سردار جعفر ی نے ا پنی نظم ’’ ا قبا ل کی آ وا ز‘‘ میں بھی ا قبا ل کی فکر سے ا پنی ا ثر پذیری کا ا ظہا ر کیا ہے۔ ’’ہم نے د یکھا ہے ‘‘،’’ آ رزو ئے تشنہ لبی ‘‘،’’ نوا لہ ‘‘،’ ’ اب بھی رو شن ہیں ‘‘،’’ کارل مارکس ‘‘،’’ نئی د نیا کو سلام‘‘، ’’ہاتھو ں کا ترا نہ ‘‘ و غیرہ ا یسی نظمیں ہیں جن میں ا قبا ل کا شعری آ ہنگ ا ن کے لہجے کی گو نج دھمک اور و لو لہ و حرا رت سردا ر جعفری کی تخلیقی شخصیت کا جز و بن کر نما یا ں ہو ئے ہیں۔ و قت،ا رتقا فکر ا نسا نی اور ا نسا نیت کی نجا ت کے متعلق سر دا ر جعفری کے طرز فکر میں ا قبا ل سے ا ثر پذیری کے نقو ش چمک ا ٹھے ہیں۔ سر دار جعفری کی بعض نظموں کا فلسفیا نہ مزا ج بھی ا قبا ل کی طرح فلسفے سے دلچسپی لینے وا لا شا عر ثا بت کر تا ہے۔

سردار جعفری ترقی پسندی روشنی خیا لی اور سب سے بڑھ کر ا نسا ن دو ستی یا انسا نی سا لمیت اور و حدت کی بار بار با ت کر تے ہیں، لیکن بنیا د میں صوفی ازم کے جذ با ت اور تصورات ز یا دہ جھلکتے ہیں۔ سر دا ر بنیادی طور پر حقِ دوستی اور انسان دوستی کے شا عر ہیں جو فی ز

ما نہ تر قی یا فتہ شکل میں ما رکسزم اور پرو گر یسوازم میں بدل جاتے ہیں۔ لیکن ان کاذہن و شعور، تا ریخ و تہذیب کے ا نہیں معا ملا ت میں ر چا بسا ہے۔(۱۰)

حا صل کا کلا م

یہ لہو کافرنہیں، مر تد نہیں، مسلم نہیں
کلمہ حق کا ا جا لا یہ تجلی یہ ظہور
یہ لہو میرا لہو، تیرا لہو، سب کا لہو

سردا ر جعفری ترقی پسند دور کے ایک بہترین اور نمائندہ شاعر ہیں اور اس دور میں ان کے ہم طرز شا عر صرف فیض ا حمد فیض، اختر الا یمان اور ن۔ م۔ را شد ہیں،جو فکری اور فنی دو نو ں ا عتبا ر سےمنفرد اور ممتا ز ہیں۔ علی سر دا رجعفری کی شا عری میں ا میجری کی لطافت و ا ثر آ فرینی، ا شعا ر کی ندرت دل نشینی، گھلا وٹ، عجمی لفظیا ت اور کلاسیکی ا نداز ابلا غ کا ا صلی تر جما ن ہے۔ اس لئے ا نہو ں نے نئی شا عری کی د نیا میں ا پنا نام ہمیشہ ابدی بر قرار ر کھا۔

سردار جعفری کی شا عری کا امتیا زنظم نگا ری ہی میں ہے جس کی بنیا د پرا ن کا شمار تر قی پسند دور کے ا ہم ترہن شا عر وں میں کیا جا سکتا ہے۔ ان کی شا عری عا م طور پر بہت شفا ف اور قوت ا ظہا ر کی توا نائی کا نمو نہ ہے اور ان کی شعری ا سلو ب و ژن کی وسعت اور فکر کی گہرا ئی کو بھی بڑی آ سا نی سے ا پنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے اور ان کی جو نظمیں کا فی تہہ دارہیں ان میں بھی تر سیل کے مسائل پیدا نہیں ہو تے۔ علی سردار کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بڑے بے نقص اور بے نیاز انسا ں ہیں اور جما عت کی بہبود اور ترقی اور اس کے ذریعہ عوام الناس کی بہتری ان کے دل کی آ رزو ہے۔ علی سر دار ا پنے اسلوب میں صرف کسی حد تک جو ش سے متاثر ہیں۔ ور نہ ننانوے فی صدی ان کی شا عری ا قبا ل کے ا ثر کی علامتیں لیے ہو ئے ہے۔ اُن کے مجمو عوں اور مصرعے کے ٹکڑوں میں جو مدھم ہموار اور پر سکو ں ترنم ہو تا ہے۔ وہ بے ا ختیا ر علامہ ا قبا ل کی یاد د لا تا ہے اس مو ضو ع کے ا ہم نتیجے کو سردار جعفری کے بیانات ہی سے روشنی ڈا لو ں گی۔

سر دار جعفری نے کیا خوب فر مایا ہے کہ :

’’ میں ا نسان کے مستقبل سے مایوس نہیں ہوں۔ اس کا ما ضی بڑا شا ندار ہے اور حا ل دلکش امکانات سے معمور ہے۔ حا لا نکہ آ ج ہندوستان خا نہ جنگی کے کرب میں مبتلا ہے اور ایسی بہیما نہ حرکتیں ہو رہی ہیں جن سے دورِ و حشت کی درندگی بھی شر مائے گی لیکن یہ بلا بھی ہیضہ اور طا عوں کی و با وں کی طرح گزر جائے گی کیو نکہ اس کے خلاف بھی و ہی وقتیں جد و جہد کر رہی ہیں جو میری نظم میں کا ر فر ما ہیں۔ ‘‘

’’دنیا کی تا ریخ میں کو ئی دور ایسا نہیں آ یاجس میں ’’ انسان ‘‘ کو شکست ہو ئی ہو۔ افراد اور طبقات کو شکست ہوئی ر ہی ہے اور ہو گی۔ لیکن ’’ انسا ن ‘‘ ناقا بلِ شکست ہے۔ کیونکہ اسی کی محنت، عمل اور جد و جہد اس کے اپنے شعور ہی کی نہیں بلکہ بڑی حدتک اس کے ما حو ل کی بھی خا لق ہے۔ اس لئے وہ ہمیشہ فتح مند اور کا مران ر ہے گا۔ یہ جو ا ندھا عقیدہ نہیں ہے، میرا سب سے بڑا ا نسپر یشن ہے۔ میں اس کو ا دب اور فن کا ابدی مو ضو ع سمجھتا ہو ں۔ سب سے ز یادہ شاندار، سب سے زیادہ عظیم المرتبت، سب سے ز یا دہ حسین ’’انسا ن‘ ‘ ہے۔‘‘

حوالہ جات

1- نئی دنیا کو سلا م، بمبئی پریس، ۱۹۶۴ء، پیش لفظ،ص ۸

2- لفظ و معنی از شمس الرحمن فا روقی،شب خون، کتاب گھر، الہ آ با د ا کتو بر 1968، ص ۶۲۱

3- سو غا ت (بنگلور) جدید نظم نمبر، نئی شا عری کی بنیا د یں از میرا جی، اپریل، جو لا ئی، ا کتو بر ۱۹۶۱، ص ۱۶۰

4- اردو نظم1961کے بعد اردو اکا دمی، د ہلی 1959ص ۵۲

5- علی احمد فاطمی، کلیاتِ علی سردار جعفری، قومی کونسل برائے فروغِ اُردو، نئی دہلی، ۲۰۰۴ء، ص 50

6- علی سردار جعفری، ترقی پسند ادب، انجمن ترقی اُردو، علی گڑھ، 1975ء، ص ۵۴۲

7- ایضاً،ص50